فکر اقبال میں اجتہاد کی اہمیت

شفیق عجمی

اسلامی فکر کی تاریخ میں علامہ اقبال کو ایک بلند مقام حاصل ہے اور ان کی فکری و عملی کاوشوں کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو انہوں نے ایک محکوم مسلم معاشرے کی زبوں حالی، پستی اور بے عملی کو ختم کرنے کے لیے عمر بھر سرانجام دیں۔ ایک آزاد اسلامی مملکت کے حصول کی صورت میں انہوں نے پورے عالم اسلام کی آزادی اور اسلامی اصولوں کی سربلندی کا جو خواب دیکھا تھا، وہ ان کے لیے حاصل حیات ٹھہرا اور ان کی شعری و فکری تخلیقات کا مرکزی نقطہ بنا۔

اسلامی فکر کی تشکیل نو کے موضوع پر علامہ کے مشہور خطبات کا مقصد بھی اس فکری تعطل اور جمود کو ختم کرنا تھا جو مسلم معاشرے کے زوال کا ایک بہت بڑا سبب تھا اور جس نے صدیوں سے ان کو تقلید کے تنگ دائرے میں محصور کر کے ان پر علم، ترقی اور ایجاد و اختراع کے تمام راستے مسدود کر دیے تھے۔ علامہ کے انہی خطبات میں سے ایک کا موضوع "The Principle of Movement in the structure of Islam" یعنی "الاجتہاد فی الاسلام" ہے۔

اجتہاد کیا ہے

امام راغب اصفہانی کے نزدیک اجتہاد کے معنی ہیں کسی مشکل کام کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کر دینا اور انتہائی جدوجہد سے کام لینا۔ فقہ کی اصطلاح میں اجتہاد سے مراد غور و فکر کے ذریعے کسی ایسے مسئلے کو حل کرنا ہے جس کے متعلق قرآن و سنت سے واضح احکام نہ ملتے ہوں۔ مختصراً ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن و سنت کی روشنی میں عصر حاضر کے مسائل کے حل کے لیے کی جانے والی کوششوں کا نام اجتہاد ہے۔

قرآن و حدیث میں ایسے واضح دلائل موجود ہیں جن سے اجتہاد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سورۃ النساء میں ارشاد ربانی ہے:

"اور جب ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کا کوئی اجتماعی مسئلہ آتا ہے تو اسے وہ عام

لوگوں میں پھیلانے لگتے ہیں۔ اور اگر وہ اسے عام لوگوں میں پھیلانے کے بجائے رسول اللہ کے سامنے اور ان حضرات کے سامنے پیش کرتے جو صاحب امرو اختیار ہیں تو ان میں سے وہ جو ایسے امور کو سمجھتے ہیں' اس کی حقیقت معلوم کر لیتے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا والی مقرر کیا تو ان کو روانہ فرماتے وقت پوچھا کہ کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو فیصلہ کس طرح کرو گے تو انہوں نے عرض کیا' کتاب اللہ سے۔ پھر آپؐ نے پوچھا اگر کتاب اللہ میں نہ پایا تو؟ عرض کیا کہ سنت رسولؐ سے رجوع کروں گا۔ آنحضرتؐ نے پھر پوچھا اگر سنت رسول میں بھی اس کے بارے میں حکم نہ پاؤ تو پھر کیا کروگے؟ اس کے جواب میں حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا' اور کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا۔ رسولؐ اللہ خوش ہوئے اور اس کی توثیق کی۔

مولانا محمد طاسین نے اپنے ایک مضمون (۱) میں اس حدیث سے چند نتائج اخذ کیے ہیں :۔

- اجتہاد کا تعلق ایسے مسائل سے ہے جن کے بارے میں قرآن و سنت کے اندر واضح حکم موجود نہ ہو۔
- اجتہاد کا اہل وہ شخص ہوتا ہے جو کتاب و سنت کے علم کے ساتھ ساتھ تفقہ فی الدین اور گہری سوجھ بوجھ بھی رکھتا ہو۔
- اجتہاد نہ صرف شرعاً جائز ہے بلکہ مستحب اور واجب العمل ہے' اس لیے کہ رسولؐ اللہ نے نہ صرف یہ کہ حضرت معاذؓ کو اس سے روکا نہیں بلکہ اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اگر مناسب نہ سمجھتے تو حضرت معاذؓ کو منع فرما دیتے اور ان کی حوصلہ افزائی نہ کرتے۔

مذکورہ حدیث اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ایسے تمام خود ساختہ فیصلے اور ذاتی تعبیریں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں جن کی رو سے اجتہاد کے دروازے کو بند قرار دیا جاتا ہے۔

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے نام ایک خط میں علامہ فرماتے ہیں :

" ہندوستان میں عام حنفی اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کے تمام دروازے بند ہیں۔ میں نے ایک بہت بڑے عالم کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا نظیر ناممکن ہے۔"

آگے چل کر علامہ لکھتے ہیں : "مذہب اسلام اس وقت زمانے کی کسوٹی پر پرکھا جارہا ہے۔"

فکر اقبال میں اجتہاد کی اہمیت

اجتہاد کی ضرورت

علامہ اقبال بدلتے ہوئے حالات کا گہری نظر سے جائزہ لے رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جہاں سائنسی ایجادات و ترقیات سے انسانی زندگی کے لیے آسائشیں پیدا ہوں گی' وہیں اسے بے شمار نئے مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ تقلید پرستی کی فضا میں پیچیدہ مسائل کا حل ڈھونڈنا مشکل ہی نہیں' ناممکن ہو کر رہ جائے گا' اس لیے کہ بدلتے ہوئے حالات میں درپیش مسائل کو صرف اصول اجتہاد ہی کے ذریعے حل کیا جا سکتا ہے' چنانچہ اجتہاد کے بارے میں مذہبی طبقے کے خیالات سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود علامہ نے اجتہاد کی ضرورت کو بھرپور انداز میں پیش کیا۔ علامہ لکھتے ہیں :

> "مجھے اس امر کا بھی یقین ہے کہ جونہی فقہ اسلام کا مطالعہ غائر نگاہوں سے کیا گیا' اس کے موجودہ ناقدین کی یہ رائے بدل جائے گی کہ اسلامی قانون جامد یا مزید نشوونما کے ناقابل ہے۔ بدقسمتی سے اس ملک (غیر منقسم ہندوستان) کے قدامت پسند مسلم عوام کو ابھی یہ گوارا نہیں کہ فقہ اسلامی کی بحث میں کوئی تنقیدی نقطۂ نظر اختیار کیا جائے۔ وہ بات بات پر خفا ہو جاتے ہیں اور ذرا سی تحریک پر بھی فرقہ وارانہ نزاعات کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔" (۲)

اجتہاد ـــــ رائے' قیاس' عقلیت اور تقلید

اجتہاد اور رائے ـــــ ڈاکٹر خالد مسعود نے اقبال کے تصور اجتہاد کی تفہیم کے لیے اس کا اسلامی تاریخ کے تناظر میں جائزہ لیا ہے۔ ان کی رائے میں فقہ اسلامی کے آغاز میں 'اجتہاد' کو 'رائے' کے معنوں میں لیا گیا۔ یہ رائے قرآن اور سنت سے ملنے والی واضح دلیل کی عدم موجودگی میں غائر غور و فکر کے نتیجے میں دی جاتی تھی' اور یہ رائے اس عالم کی دانست میں قرآن و سنت کے منشا کے مطابق ہوتی تھی۔

اجتہاد اور قیاس ـــــ امام شافعیؒ کے ہاں 'اجتہاد' اور 'قیاس' مترادف معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ ابتدائی دور میں 'قیاس' عقلی طرز استدلال کا نام تھا۔ ابن تیمیہؒ کے نزدیک فقہی قیاس

منطقی قیاس سے قطعاً مختلف نہیں۔

اجتہاد اور عقلیت پسندی--- دور اول میں اجتہاد "عقلیت پسندی" کے معنوں میں معتزلہ کی تحریک کے دوران مستعمل ہوا، اور دور جدید میں قدامت پسندی اور جدت پسندی کے ٹکراؤ کے نتیجے میں سامنے آیا۔

اجتہاد اور تقلید--- اجتہاد اور تقلید کی اصطلاحیں باہم متضاد مفاہیم کے طور پر سامنے آئیں۔ تقلید کے عمومی معنوں سے قطع نظر نئے دور میں تقلید کے جو مفاہیم ابھرے ہیں، ان میں جمود، عقل دشمنی، قدامت پسندی، رجعت پسندی وغیرہ کے ہیں۔ "تقویت الایمان" میں تقلید کی وضاحت کچھ یوں کی گئی ہے:

> "تقلید کے معنی یہ ہیں کہ بے دلیل کے دریافت کیے کسی کے حکم کو مان لینا اور یہ دریافت نہ کرنا کہ اس نے کس سبب سے یہ حکم کیا۔ سو اکثر لوگ مولویوں اور درویشوں کو حاکم شرع کا جانتے ہیں۔ ایسی تقلید بدعت اور حرام ہے۔"

اجتہاد کی قسمیں--- اصول اجتہاد کے مختلف پہلوؤں کے جائزے کے بعد اجتہاد کی دو قسمیں ہمارے سامنے آتی ہیں:۔

۱۔ شخصی اجتہاد

۲۔ اجتماعی اجتہاد

شخصی اجتہاد کا مطلب یہ ہے کہ اجتہاد کرنے والا فرد واحد ہو، لیکن ایسے شواہد بھی موجود ہیں جن سے اجتماعی اجتہاد کا تصور بھی ملتا ہے جیسا کہ حضرت سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسولؐ اللہ سے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ہمیں ایسے امور پیش آتے ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم میں کوئی حکم نہیں ملتا اور نہ اس کے متعلق سنت میں کوئی اشارہ ملتا ہے تو آپؐ نے فرمایا مسلمان علماء کو جمع کرکے باہمی مشورے سے ان کے لیے احکام تلاش کر لو، اور ایک ہی رائے سے ان کے متعلق فیصلہ نہ کرو! نتیجہ یہ نکلا کہ جس مسئلے میں کوئی حکم قرآن و سنت میں مذکور نہ ہو تو اس کے بارے میں امت کے اہل الرائے افراد کو مشورے کے لیے جمع کرنا اور ایک متفقہ رائے تک رسائی حاصل کرنا اجتہاد ہی کی ایک قسم ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک معاملے میں شخصی اجتہاد اور اجتماعی اجتہاد دونوں پائے جائیں تو اجتماعی اجتہاد کو شخصی

اجتہاد پر ترجیح حاصل ہوگی(۳)۔

اجتہاد کا حق--- شخصی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد پر زور دینے کی ایک اور بڑی وجہ آج کے دور کے مسائل کی پیچیدہ نوعیت بھی ہے۔ ہر مسئلہ اپنے اندر بے شمار پہلو رکھتا ہے۔ بظاہر معاشی نظر آنے والا مسئلہ اپنے اندر سیاسی اور معاشرتی پہلو بھی رکھتا ہے اور یہ پیچیدگی مسئلے کی شرعی حیثیت کے تعین میں مشکلات کا سبب بنتی ہے۔ فقہی اختلافات کی مشکلیں اس کے علاوہ ہیں(۴)۔

علامہ اقبال کسی مخصوص مذہبی گروہ کو اجتہاد کا حق دینے کے بجائے اسے ایک منتخب قانون ساز مجلس (پارلیمنٹ) کو تفویض کرنے کے حق میں ہیں۔ علامہ لکھتے ہیں:

"بلاد اسلامیہ میں جمہوری روح کی نشوونما اور قانون ساز مجالس کا بتدریج قیام ایک بڑا ترقی پسند قدم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مذاہب اربعہ کے نمائندے جو سردست فرداً فرداً اجتہاد کا حق رکھتے ہیں' اپنا یہ حق مجالس کو منتقل کر دیں گے۔ یوں بھی مسلمان چونکہ متعدد فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں' اس لیے ممکن بھی ہے تو اجماع کی یہی شکل ہے"(۵)۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے بیان کردہ ایک واقعے سے بھی اس معاملے میں علامہ کے طرز فکر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

"۱۹۲۸ء میں جب مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے انتظامیہ سے سخت اختلاف کے باعث دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دے دیا تو علامہ نے بہت کوشش کی کہ شاہ صاحب لاہور تشریف لے آئیں۔ اسی دوران ایک روز میں علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیوبند کا ذکر آیا تو علامہ نے فرمایا: میں شاہ صاحب کو لاہور اس غرض سے بلانا چاہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس وقت اسلام کا سب سے اہم مطالبہ اور وقت کا بھی تقاضا یہ ہے کہ اسلامی قانون کی تدوین جدید کی جائے۔ میں خود یہ کام کرنا چاہتا ہوں لیکن ظاہر ہے میں خود تنہا' یہ کام نہیں کرسکتا کیونکہ میں اسلامیات کا ماہر نہیں ہوں' اور اس طرح شاہ صاحب بھی اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ جدید مسائل سے واقف نہیں ہیں۔ اس لیے کام خاطر خواہ طریقے پر اسی وقت ہوگا جبکہ میں اور وہ دونوں ساتھ بیٹھ کر کام کریں گے۔"(۶)

علامہ کے اس اندیشے کو رد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہمارے ہاں آج بھی ایسے اہل علم اور اہل فکر حضرات نہ ہونے کے برابر ہیں جو انفرادی طور پر عصر حاضر کے مسائل کو اسلامی نقطۂ نظر سے حل کرنے کی اجتہادی صلاحیت رکھتے ہوں:

> ''تدوین فقہ کی تاریخ شاہد ہے کہ ماضی میں شخصی اور جماعتی اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے اصحاب کی کمیٹیاں بنی ہوئی تھیں جیسے کہ تدوین فقہ کے سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ کا طریقہ کار رہا ہے۔ آپ نے حل مسائل کے لیے جماعت کی طرح ڈالی اور اس طرح خلافت راشدہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے شورائی تدبر کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔ آپ فقہی مسائل کو ایک ہزار ارباب علم کے مجمع میں پیش کرتے تھے۔ ان میں سے چالیس اصحاب الاجتہاد علماء تھے جو علم و ادراک کے آسمان کے آفتاب و مہتاب تھے۔ متفرق علوم و فنون کے ماہرین اس بزم میں شامل ہوتے تھے اور مسئلے کا کوئی پہلو اوجھل نہیں رہتا تھا۔''(۷)

علامہ اگر حق اجتہاد مجلس قانون ساز کو تفویض کرتے ہیں تو اس لیے کہ اس کے سوا کسی دوسرے متبادل کو وہ قابل اعتنا نہیں سمجھتے یہاں تک کہ وہ کم نظر علماء کو بھی یہ فرض سونپنے کو تیار نہیں۔ اس کا اندازہ ان کے اس شعر سے ہوتا ہے کہ۔

زاجتہاد عالمان کم نظر اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کی مجالس قانون میں نمائندگان کی اکثریت علم و فضل کے بجائے دولت و ثروت اور دوسرے سیاسی و انتخابی نعروں اور ہتھکنڈوں کے ذریعے منتخب ہونے والوں کی ہے، لیکن اس قباحت کو ایک مسلسل سیاسی عمل کے ذریعے رائے دہندگان کی حالت، قابلیت اور سیاسی تربیت میں مثبت تبدیلیاں پیدا کرکے اور امیدواروں کے اوصاف اور اہلیت کا معیار مقرر کرکے ختم کیا جاسکتا ہے۔ ماہرین فقہ کے علاوہ جدید علوم وفنون سے آراستہ اہل فکر کی ایک جماعت بھی جو اجتہادی مسائل سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو، ایسے امور میں مجلس قانون ساز میں شامل ہو کر دوسرے ارکان کا ہاتھ بٹا سکتی ہے۔ چنانچہ علامہ نے اجتہاد کا حق کسی مذہبی گروہ کے بجائے اگر کسی مجلس قانون ساز کو دینے کی تجویز پیش کی ہے تو وہ ناقابل عمل نہیں۔

مجتہد کی قسمیں--- جہاں تک اجتہاد کی منہاج (Method) کا تعلق ہے، علامہ نے مجتہد کی

تین قسمیں بتائی ہیں :-

۱- مجتہد مطلق' یعنی تشریع یا قانون سازی میں مکمل آزاد- یہ مجتہد کسی مکتب فکر کے دائرے میں محصور ہو کر نہیں بلکہ مکمل طور پر آزاد رہ کر اجتہاد کرتا ہے جیسے امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے فقہاء-

۲- مجتہد منتسب جو کسی مخصوص مذہب فقہ کی حدود کے اندر رہ کر ہی اجتہاد کرتا ہے- اسے اجتہاد مقید بھی کہتے ہیں-

۳- تیسری قسم اس مجتہد کی ہے جو درحقیقت ہے تو مقلد لیکن جس مسئلے کے متعلق ائمہ مذہب خاموش ہیں' صرف اس کے بارے میں اجتہاد کرتا ہے- مجتہد کی یہ درجہ بندی مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے خطبات اقبال کی روشنی میں کی ہے"(۸)-

جمود کے اسباب

علامہ نے مذکورہ زیر بحث خطبے میں ان اسباب سے بھی گفتگو کی ہے جو ذہنی جمود کا باعث بن گئے- انہوں نے بعض مغربی محققین کے ان نتائج سے اتفاق نہیں کیا جن کی رو سے ترکی اثرات بھی اس ذہنی روش کا سبب بنے' اس لیے کہ ترکی اثرات کے ظاہر ہونے سے صدیوں پہلے مذاہب فقہ قائم ہو چکے تھے-

علامہ کے نزدیک معتزلہ کی عقلی تحریک بھی اس طرز فکر کا ایک بڑا سبب بنی کیونکہ انہوں نے بعض ایسے حساس معاملات پر بحثوں کا آغاز کیا جن کی براہ راست زد بنیادی عقائد پر پڑتی تھی یا ایسا سمجھ لیا گیا تھا- علامہ لکھتے ہیں :

> "کچھ تو عقلیت کے حقیقی مقاصد سے غلط فہمی اور کچھ بعض عقلیین کے بے روک غور و فکر سے' قدیم طرز فکر کے علماء یہ سمجھے کہ تحریک عقلیت ایک انتشار خیز قوت ہے جس سے بطور ایک نظام مدنیت اسلام کا استحکام ختم ہو جائے گا"(۹)-

چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ اپنے عقائد پر سختی سے کاربند ہوتے چلے گئے' اور ہر پرخلوص کوشش کو بھی انہوں نے مشکوک انداز میں دیکھنا شروع کر دیا جو اسلام کے فکری اور اجتہادی سرمائے میں اضافے کا سبب بن سکتی تھی-

دوسرا سبب رہبانی تصوف تھا جو غیر اسلامی اثرات کے تحت پروان چڑھا اور اس روش کا

ایک سبب بنا۔ علامہ کے نزدیک مذہبی نقطۂ نگاہ سے یہ ایک بغاوت تھی جو فقہائے متقدمین کی لفظی حیلہ تراشیوں کے خلاف پیدا ہوئی اور جس نے مسلمانوں کے بہترین دل و دماغ اپنی طرف کھینچ لیے جو بالآخر اسی میں جذب ہو کر رہ گئے۔

تیرہویں (۱۳) صدی کے وسط میں تاتاری حملوں نے مسلمانوں کے علوم و فنون کے سب سے بڑے مرکز کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ یہ ایسا ہولناک سانحہ تھا جس نے اسلامی سلطنت کی بنیادیں متزلزل کر دیں، یہاں تک کہ مورخین اسلام کے مستقبل کو مایوسی کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایسے حالات میں فقہائے متقدمین کے چھوڑے ہوئے سرمائے میں اضافے کی تدبیر تو کیا ہوتی، اس کو محفوظ کر لینا ہی اصل فرض سمجھ لیا گیا۔ اسی حد سے بڑھی ہوئی احتیاط پسندی نے تقلید کی جڑوں کو زیادہ مضبوط بنایا۔ علامہ نے ان رویوں کا تجزیہ کرتے ہوئے فکر انگیز نتیجہ نکالا ہے جو نصف صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود، آج بھی اس فکری بحران میں ہماری رہنمائی کر سکتا ہے:

"اگر قوم کے زوال و انحطاط کو روکنا ہے تو اس کا یہ طریق نہیں کہ ہم اپنی گزشتہ تاریخ کو بے جا احترام کی نظر سے دیکھنے لگیں یا اس کا احیاء خود ساختہ ذرائع سے کریں"۔(۱۰)

اس کے بعد علامہ نے اپنے کسی ہم عصر مفکر کا نام لیے بغیر، اس کا یہ قول نقل کیا ہے:

"تاریخ کا فیصلہ ہے کہ جن فرسودہ خیالات کو خود کسی قوم نے فرسودہ کر دیا ہو، ان کی تجدید پھر اس قوم میں نہیں ہو سکتی۔"

حدیث معاذؓ کے علاوہ ایک اور حدیث مبارکہ سے بھی اجتہاد کے بارے میں واضح اشارت ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا:

"حاکم فیصلہ کرنے میں پوری طرح اجتہاد کرے۔ اگر اس کا فیصلہ درست ہو گا تو دہرا ثواب ملے گا اور غلطی کی صورت میں ایک اجر ملے گا(۱۱)۔

مذکورہ حدیث کا حوالہ دینے کے بعد ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"ہم معلوم کر چکے ہیں کہ آپؐ اجتہاد کو پسند ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ اسے دین کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھتے اور اس کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ خلافت راشدہ کے دوران ہی میں جب مسلمانوں کی سیاسی فتوحات کے باعث اسلامی ثقافت کا تصادم قبطی، رومی،

ایرانی اور دیگر ثقافتوں سے ہوا تو نتیجۃً" زندگی کے ہر شعبے میں بیسیوں مسائل ایسے پیدا ہوئے جنہیں اجتہاد ہی کے ذریعے حل کیا جاسکتا تھا"(۱۲)۔

خلفائے راشدین نے بھی حضورؐ کے ان احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے زمانے کے مسائل کے حل کے لیے اسلام کے اس حرکی اصول سے کماحقہ' فائدہ اٹھایا۔ جناب ابوبکر صدیقؓ نے ایک موقع پر فرمایا:

"کلالہ کے متعلق میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر فیصلہ درست ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے ہے' اور اگر غلط ہے تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اس سے بری ہیں۔"

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے اپنی کتاب "فلسفہ شریعت اسلام" میں بعض خلفاء' ائمہ اور فقہائے اسلام کے ایسے فیصلوں کا ذکر کیا ہے جب تغیر و تبدل زمانی و مکانی کے پیش نظر بعض قانونی نظائر یا ان کے کسی حصے کو تبدیل کیا گیا۔ رسولؐ اللہ کے زمانے کے مقابلے میں حضرت ابوبکرؓ نے شرابی کی سزا بڑھا کر چالیس کوڑے مقرر کی۔ حضرت عمرؓ نے اس سزا کو اسی (۸۰) کوڑوں تک بڑھا دیا۔ قرآن میں صدقات کے مال میں مولفتہ القلوب کا حصہ رکھا گیا ہے۔ رسولؐ اکرم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ فاروق اعظمؓ نے یہ کہہ کر اسے بند کر دیا کہ اب ملک میں ایسی خوشحالی پیدا ہو چکی ہے کہ مولفتہ القلوب کے لیے الگ امداد کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے(۱۳)۔

اسی طرح قرآن مجید میں صاف حکم ہے کہ مسلمان' کتابیہ یعنی یہودی اور عیسائی خواتین سے نکاح کر سکتے ہیں۔ خلافت فاروقی میں رومی خواتین کے حسن و جمال کے باعث ان سے نکاح کرنے کا رجحان بڑھ گیا تھا' اس لیے حضرت عمرؓ نے اس کی ممانعت فرما دی۔ لوگوں نے کہا کہ قرآن میں تو یہ جائز ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں! شرعاً یہ اب بھی جائز ہے اور مباح ہے' لیکن اگر تم لوگوں میں رومی عورتوں سے نکاح رچانے کا رجحان اسی طرح بڑھتا رہا تو دوشیزگان عرب کا انجام کیا ہوگا؟ اس لیے میں حکماً" اسے ممنوع قرار دیتا ہوں۔

اس حکم میں کیا حکمت پوشیدہ تھی؟ قرآن میں کوئی حکم مذکور ہے مگر وہ نہ فرض ہے نہ واجب' بلکہ وہ صرف مباح اور جائز ہے تو ایک اسلامی ریاست کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ محسوس کرتی ہے کہ مباح کا استعمال معاشرے میں فساد کا باعث بن رہا ہے تو اسے ممنوع قرار

دے سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا کتابیہ (روی) عورتوں سے نکاح کو ممنوع قرار دینا اسی اصول پر مبنی تھا(۱۴)۔

حضرت بلال بن حارثؓ نے حضورؐ سے درخواست کر کے ایک قطعہ اراضی حاصل کیا تھا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس جو اراضی ہے' کیا وہ تمہاری ضرورت اور کاشت کاری کی ہمت سے زیادہ نہیں ہے؟ حضرت بلالؓ نے جواب دیا ہاں! اس پر جناب عمرؓ نے فرمایا دیکھو جتنی زمین تم کاشت کر سکتے ہو' اسے اپنے پاس رکھو اور باقی ہمارے سپرد کر دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان سے فالتو زمین لے کر مسلمان کاشت کاروں میں تقسیم کر دی(۱۵)۔

جناب علی المرتضیٰؓ نے منصب خلافت سنبھالتے ہی ایسی تمام جاگیروں اور جائداووں کو ضبط کر لیا جن پر رؤساء اور امراء ناجائز تسلط جما بیٹھے تھے۔ ان ضبط شدہ املاک کو مستحقین میں تقسیم کر کے جناب علیؓ نے فرمایا:

"مجھے جو بھی ایسا فرد ملے گا جس کی جائداد کے لالچ میں عورتوں نے اس سے شادیاں کی یا اس نے جائداد کے ذریعے لونڈیاں خریدی ہوں' میں اسے اس کے تمام مال و جائداد سے محروم کروں گا' اس لیے کہ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔"

حضرت علیؓ کا طرز عمل اب فقہ کی کتابوں میں "کتاب البغاۃ" میں عام طور پر درج ملے گا۔ اسلحہ کے سوا مسلمان باغی کی دیگر گرفتار شدہ جائداد کو وہ مال غنیمت نہیں بناتے تھے' بلکہ بھگوڑوں کا تعاقب تک نہ کرتے تھے۔ اس پر بعد میں تو کم عمل ہوا لیکن مسلمان باغی کو غلام نہ بنا سکنا' ایسا فیصلہ تھا جو ذہنوں میں راسخ ہو گیا ہے(۱۶)۔

عالم اسلام میں اجتہاد کی کوششیں

خلفائے راشدین کے عہد میں کیے جانے والے ان چند اجتہادی فیصلوں کے مختصر جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کے بعد ان کے قریب ترین اصحابؓ نے بھی' جو مسند خلافت پر فائز ہوئے' اجتہاد کی اہمیت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنے فیصلوں میں اسے ایک اصول کی حیثیت دی جس کے بعد میں آنے والے زمانوں پر بھی دور رس اثرات مرتب ہوئے۔

اسلام کی عالمگیر تحریک کو سب سے زیادہ نقصان ملوکیت سے پہنچا۔ علامہ کے نزدیک اسلام'

حریت، مساوات اور اتحاد کا دوسرا نام ہے۔ غلامی، اسلام کی نفی ہے، اور ایک مسلمان اگر آزاد نہیں تو وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ترکی میں خلافت اور غلامی کے خلاف نعرۂ آزادی بلند ہوا تو علامہ اس سے بہت متاثر ہوئے اور اسے عالم اسلام کے لیے خوش آئند قرار دیا۔ علامہ کے نزدیک ان حالات میں ترکی واحد اسلامی ملک ہے جس نے جرات سے کام لے کر سب سے پہلے کہنہ روایات کی زنجیروں کو توڑنے کی کوشش کی اور فرسودہ عقائد کو سینے سے لگا کر ہر حال میں بتے جانے کے باطل تصورات کو ترک کرکے زندگی کے نئے تقاضوں کا سامنا کرنا سیکھا۔ ترقی پسند مفکر ضیا گوکلپ کے خیالات نے مصطفیٰ کمال، عصمت انونو، خالدہ ادیب خانم، رؤف بے اور ڈاکٹر عدنان وغیرہ کو بہت متاثر کیا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے انقلاب برپا کرکے جدید ترکی کی بنیاد رکھی۔ مصطفیٰ کمال، جسے سلطان کی قائم کردہ عدالت نے اس کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ سزائے موت کا حکم سنا دیا تھا، اور شیخ الاسلام کے فتوے کی رو سے جس کا قتل باعث ثواب تھا، ترکی کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ نئی مجلس آئین ساز نے خلافت منسوخ کرکے شیخ الاسلام کے عہدے کو ختم کر دیا اور امور مذہبی کا شعبہ وزیراعظم کے سپرد کر دیا۔ ان، اور بہت سے دوسرے انقلابی اقدامات نے مصطفیٰ کمال کو ترکی کے باہر اور خاص طور پر محکوم ہندوستان میں ہر دلعزیز بنا دیا۔ پروفیسر وارث میر نے اپنے بعض کالموں میں بڑی حقیقت پسندی سے عالم اسلام میں رونما ہونے والی بیداری کی تحاریک کا جائزہ لیا ہے۔ خصوصاً جدید ترکی کے لیے مصطفیٰ کمال اور اس کے ساتھیوں کی جدوجہد، اقدامات اور اثرات کے بارے میں اپنے مطالعے کے نتائج کو بڑی دیدہ ریزی سے پیش کیا ہے(۱۷)۔

علامہ کی اس انقلاب کے ایک نہایت اہم پہلو پر نظر ہے۔ فرماتے ہیں:

(جہاں تک مسئلہ خلافت کا تعلق ہے) "ترکوں کا اجتہاد یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے تو اس منصب کو افراد کی ایک جماعت، بلکہ کسی منتخب شدہ مجلس کے ذمے بھی کیا جا سکتا ہے۔" اس کے بارے میں علامہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "میرا خیال ہے کہ ترکوں کا یہ نقطۂ نظر سرتا سر درست ہے، اتنا درست کہ اس کی تائید میں کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی"(۱۸)۔

برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ ہی ان کے دینی و فکری انحطاط کا بھی آغاز ہوا۔ اس پس ماندہ معاشرے میں احیائے دین کے سلسلے میں سب سے اہم کردار شاہ ولی اللہؒ کا

ہے جنہوں نے "حجتہ اللہ البالغہ" میں اپنے دینی افکار پیش کر کے معاشرتی برائیوں کے سدباب کی کوشش کی۔

"مسلمانوں کے زوال پذیر معاشرے کی برائیوں اور قیصریت و کسرویت کے نتائج کے تجزیہ میں وہ اپنے وقت سے بہت آگے تھے۔ فقہی احکام کی تعبیر و تفسیر میں' اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں ان کی رائے بہت معروف ہے کہ ہمارے زمانے کے سادہ لوگ اجتہاد سے بالکل برگشتہ ہیں۔ اونٹ کی طرح ناک میں نکیل پڑی ہے اور وہ کچھ نہیں جانتے کہ کدھر جا رہے ہیں" ۔(۱۶)

۱۸۵۷ء میں جب مغلیہ حکومت کا زوال ہوا اور انگریز حکومت کے زیر تسلط مسلمانوں کو معاشی مفادات کے ساتھ ساتھ اپنے عقائد کے تحفظ کی فکر بھی دامن گیر ہوئی تو ایسے کٹھن وقت میں سرسید احمد خان ایک ایسے رہنما کے طور پر ان کی مدد کے لیے آگے بڑھے جس نے نہ صرف خوف و ہراس کی فضا میں ان کے اعتماد کو بحال کرنے کی کوشش کی بلکہ وقت کی رفتار کا ساتھ دینے کے لیے ان کو جدید علوم کی تحصیل کی دعوت بھی دی۔ سرسید ایک باعمل انسان تھے اور عمل پیہم اور عزم و ہمت پر یقین رکھتے تھے۔ مسلمانان برصغیر کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس میں انہوں نے بھرپور رہنمائی کا فریضہ ادا نہ کیا ہو۔ انہوں نے تقلید پرستی کی زبردست مخالفت کی اور مسلمانوں کو عصر حاضر کے چیلنج کو قبول کر کے آگے بڑھنے کا درس دیا۔ سرسید احمد خاں کی اس تحریک کو علامہ اقبال نے ایک عظیم جدوجہد میں تبدیل کر دیا جس کے نتیجے میں برصغیر میں ایک آزاد اسلامی مملکت کا قیام ممکن ہوا۔ علامہ کی شعری کاوشیں قابل قدر' لیکن فکر اسلامی کی تشکیل نو کے موضوع پر ان کے خطبات بھی یقیناً کسی کارنامے سے کم نہیں جن میں سے ایک خطبے "الاجتہاد فی الاسلام" کو یہاں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عصر حاضر میں اجتہاد طلب مسائل

اجتہاد کی اہمیت اور ضرورت کو ہر دور میں تسلیم تو کیا گیا ہے لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو آج تک اس سلسلے میں جو کچھ ہوا ہے' وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ کسی بھی اصول یا نظریے کی افادیت کا اندازہ اس کے عملی اطلاق کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔ گویا اصول کی پرکھ کی اصل

کسوٹی عمل ہی ہے۔ اور جہاں تک اصول اجتہاد کی عملی صورت کا تعلق ہے' ہماری تاریخ میں اس کا چرچا تو بہت ہوا ہے' لیکن حقیقت میں اس سے پہلو تہی کا رویہ ہی غالب نظر آتا ہے۔ اس رویے کے پیچھے چھپے ہوئے اسباب' اختلافات اور اغراض پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔

اسلامی فکر کی تاریخ پر علامہ کی گہری نظر تھی' اور یقیناً وہ ان اسباب سے بخوبی واقف تھے جو اجتہاد کی راہ میں رکاوٹ بنتے چلے آئے تھے' لیکن اس کے باوجود اجتہاد پر ان کے اتنا زور دینے کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس اصول کو رہنما بنائے بغیر صحیح سمت میں سفر ممکن نہیں ہے۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے بعض اسلامی ممالک میں بہ صرف زر کثیر فقہ کی انسائیکلوپیڈیا مرتب و مدون کرنے کے منصوبوں کا ذکر کیا ہے' اور خاص طور پر مصر میں اصول فقہ پر کیے جانے والے محققانہ کام کو ستائش کی نظر سے دیکھا ہے کیونکہ ان کے نزدیک مصر میں اسلامی قانون پر کام کرنے والے حضرات فقہ اسلامی میں مہارت کے ساتھ ساتھ دنیا میں جدید ترقی یافتہ ممالک کے دساتیر و قوانین سے بھی براہ راست واقف ہیں۔ اس بنا پر انھوں نے اسلامی قوانین کا برطانیہ' فرانس' امریکہ اور روس وغیرہ کے قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ بھی کیا ہے(۲۰)۔ بلاشبہ یہ پیش رفت امید افزا ہے' بشرطیکہ ایسے تحقیقاتی منصوبے محض حکومتوں کی سیاسی مصلحتوں سے آزاد رہ کر صحیح اسلامی روح کے مطابق تکمیل کیے جائیں۔

مولانا محمد طاسین نے اپنے ایک مضمون (۲۱) میں ان اہم اجتہاد طلب مسائل کی نشاندہی کی ہے جو عام طور پر ہر جگہ مسلمان معاشروں کو درپیش ہیں اور مختلف مکاتب فکر کے درمیان ان پر اختلافات پائے جاتے ہیں' مثلاً معاشی مسائل میں جیسے ربو اور سود کا مسئلہ' بیمہ اور انشورنس کا مسئلہ' قومیانے (Natinalization) کا مسئلہ' تجارتی کمپنیوں کے حصص و شیئرز کی خرید و فروخت وغیرہ' عوامل پیدائش' دولت اور تقسیم دولت کا مسئلہ' اموال زکوٰۃ۔ معاشرتی مسائل میں جیسے مخلوط تعلیم' معاشرے میں عورت کی حیثیت' خواتین کی ملازمت' شہادت وغیرہ کے مسائل۔ سیاسی مسائل میں جیسے اقتدار اعلیٰ' موروثی اور منتخب حکومت اور طرز حکومت کا مسئلہ' انتخابات' ووٹر اور امیدوار کی اہلیت' سیاسی جماعتوں کے مسائل' مارشل لاء اور بنیادی حقوق کا مسئلہ' نام نہاد اسلامی معاشروں میں حدود کے نفاذ کا مسئلہ۔ اسی طرح خاندانی منصوبہ بندی' اعضاء کی پیوند کاری' آنکھوں کا عطیہ' پوسٹ مارٹم اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی جیسے اور بہت سے الجھے ہوئے مسائل اجتماعی اجتہاد کے محتاج ہیں۔

حواشی

۱۔ اجتہاد اور اجتہادی مسائل مطبوعہ حکمت قرآن جولائی ۱۹۸۸ء

۲۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ترجمہ سید نذیر نیازی

۳۔ اجتہاد۔ حل مسائل کی اسلامی منہاج از سید عبدالشکور، فکر و نظر مارچ ۱۹۸۲

۴۔ اجتہاد اور اجتہادی مسائل

۵۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ

۶۔ خطبات اقبال پر ایک نظر از مولانا سعید احمد اکبر آبادی صفحہ ۶۶۔ ۶۷

۷۔ جامع المسانید۔ تدوین فقہ۔ مولانا مناظر احسن گیلانی

۸۔ خطبات اقبال پر ایک نظر

۹۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صفحہ ۲۳۰

۱۰۔ ---- ایضاً ---- صفحہ ۲۳۳

۱۱۔ بخاری و مسلم اور المشکوٰۃ

۱۲۔ اسلامی ثقافت صفحہ ۶۲۳ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

۱۳۔ بحوالہ پروفیسر وارث میر "عصر حاضر کے تقاضے، اقبال اور اجتہاد، روز نامہ "جنگ" لاہور۔ اپریل ۱۹۸۷ء

۱۴۔ بحوالہ خطبات اقبال پر ایک نظر صفحہ ۷۸

۱۵۔ یحیٰ بن آدم ۔ کتاب الخراج "طبع مصر بحوالہ اسلامی ثقافت

۱۶۔ بحوالہ حضرت علی بن ابی طالبؓ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ

۱۷۔ پروفیسر وارث میر کے ان فکر انگیز کالموں کو ان کی موت کے بعد کتابی صورت میں "حریت فکر کے مجاہد" کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔

۱۸۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ

۱۹۔ حریت فکر کے مجاہد۔ وارث میر

۲۰۔ خطبات اقبال پر ایک نظر

۲۱۔ اجتہاد اور اجتہادی مسائل صفحہ ۳۳